پاکستان میں عیسائیت کی رفتارِ ترقی

(جناب سید محمد جمیل صاحب)

(۳)

بہرکیف ہم جس بات کو پورے زور سے واضح کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ پاکستان میں اس بات کی قطعی اجازت نہیں دی جاسکتی اور نہ دی جانی چاہیے کہ لوگوں کے دین و ایمان کو دنیوی مال و متاع کے عوض خریدا جائے اور اس ملک میں بالفعل یا بالقوّہ ایک "پانچواں کالم" پیدا کیا جائے جس کی وفاداریاں غیر ملکی طاقتوں سے وابستہ ہوں - اس طریقے سے پوری قوم کی رگِ حیات کو مسموم کیا جارہا ہے۔ مغرب اپنی جگہ پر آزاد و مختار ہے کہ وہ چاہے تو سرمایہ دارانہ نظام کو برقرار رکھ کر اپنی تہذیب کی قبر خود ہی کھودے۔ مگر ہم مسلمان جنہیں اپنے اسلام پر فخر ہے، اور جنہوں نے اسلام ہی کے جھنڈے تلے جمع ہو کر فقید المثال قربانیاں دی ہیں، اپنے ہاں اسلام سے انحراف کو برداشت نہیں کر سکتے اور نہ ہی اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے قومی اور تہذیبی اخلاق کو تہ و بالا ہوتا دیکھ سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں ارتداد بالاتفاق ایک مجرمانہ فعل ہے، خواہ عیسائی اقوام اسے پسند کریں یا نہ کریں۔ ہمارے ہاں یہ جرم اسی طرح مستلزم سزا ہے جس طرح امریکہ سے لے کر روس تک کی نام نہاد سیکولر ریاستوں میں سیاسی غداری مستوجب سزا ہے۔ اس لیے ریاستِ پاکستان کا یہ مقدس فریضہ ہے کہ وہ مسلمانوں میں فتنۂ ارتداد کا ہر قیمت پر سدّباب کرے، ورنہ جن مسلمانوں کی خاطر پاکستان وجود میں لایا گیا تھا، اُن کی سیاسی سطوت اور تہذیبی انفرادیت کا جنازہ نکل جائیگا اور ان کی قومی خودداری کی بنیادیں بالکل ڈھے جائیں گے۔

اگر اس ملک کی اکثریت کو یہاں امن و اطمینان کے ساتھ کسی مزاحمت کے بغیر ریاست کا کاروبار چلانا ہے تو پھر کسی اقلیت کو یہاں اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ اکثریت پر

اپنی مرضی محض اس بل پر مسلط کر سکے کہ اُس کی پشت پر غیر ملکی سرمایہ ہے یا بیرونی طاقتیں علانیہ یا درپردہ اس کی پشت پناہ ہیں۔ اس بات کو قطعی طور پر برداشت نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام کا کوئی فرزند اسلام کے نام پر حاصل کی گئی سرزمین میں ان کرایہ کے پرچارکوں کے ہاتھوں صلیب کا قلادہ اپنے گلے میں پہن لے جو اجنبی سامان و سرمایہ کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر ہمارے مفلس اور ناخواندہ عوام کا شکار کرتے پھر رہے ہیں۔ اس معاملے میں اگر کسی وجہ سے ذرہ برابر بھی مصالحت یا تذبذب سے کام لیا گیا تو ہمارا قومی اخلاق تباہ ہو جائے گا اور یہ مملکتِ پاکستان جو ہمارے دیرینہ خوابوں کی تعبیر گاہ ہے، اس کی جڑیں بالکل ہل کر رہ جائیں گی۔ ہماری تاریخی روایات یہ ہیں کہ ہم اپنے نظریۂ حیات، اپنے دین اور اپنی عزتِ نفس کی خاطر ہمیشہ لڑتے اور مرتے مارتے رہے ہیں۔ ہمارے اندر خدا کے فضل سے ابھی تک اتنا دم خم موجود ہے کہ ہم دنیا بھر کی دولت کو پائے حقارت سے ٹھکرا سکتے ہیں، اگر اُس سے ہمارے دینی ناموس پر آنچ آ رہی ہو۔ اگر پوری قوم کو اس خطرے سے آگاہ کر دیا جائے کہ محض مادی منفعت کے عوض اُن کا دین ہاتھ سے جا رہا ہے تو انشاء اللہ اس قوم کا ایک ایک فرد پوری آمادگی اور احسان مندی کے جذبے کے ساتھ ہر طرح کے مالی ایثار و قربانی کے لیے اُٹھ کھڑا ہوگا اور اپنے عقائد و ایمان کی محافظت کے لیے کمر ہمت باندھے گا۔

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ مغرب میں مذہب افراد کی عملی زندگیوں میں کوئی مُؤثر خدمت نہیں سرانجام دے رہا ہے اور بین الاقوامی معاملات میں تو اس کی کارفرمائی قطعاً معدوم ہو چکی ہے۔ اب سوچنے کی بات ہے کہ مغربی اقوام اپنے مذہب کی بیرونی تبلیغ کے لیے کیوں اس درجہ بیتاب ہیں؟ دراصل یہ قومیں تمام تر یا بیشتر کئی صدیوں سے "رنگین اقوام" میں اپنے مذہب کی تبلیغ سیاسی اور استعماری اغراض کے تحت کر رہی ہیں۔ اس تبلیغ کا کام بلا استثنا وہ لوگ سرانجام دے رہے ہیں جو چھوٹی یا بڑی امپیریلسٹ طاقتوں کے آلۂ کار ہیں اور جنہیں اس خدمت کے عوض بیش قرار وظائف مل رہے ہیں۔ ہندوستان میں ۱۸۵۷ء

کی جنگِ آزادی کے وقت یہاں نوّے مشنری ادارے کام کر رہے تھے اور رومن کیتھولک چرچ کے مشن ان کے ماسوا تھے۔ اہلِ ملک کے مشتعل دینی جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لیے ۱۸۵۸ء میں مذہبی ناطرفداری کا ایک شاہی اعلان جاری کیا گیا اور ملک کے گوشے گوشے میں اسے پھیلایا گیا لیکن اس کے ایک ہی سال بعد برطانیہ کے وزیرِ اعظم نے انگلستان میں یہ بیان دیا:

"یہ محض ہمارا فرض ہی نہیں ہے بلکہ ہمارے حق میں مفید بھی ہے کہ ہم ہندوستان کے طول و عرض میں عیسائیت کو ہر ممکن طریق سے فروغ دیں۔"

اس وقت کے وزیرِ ہند نے اس پر اضافہ کرتے ہوئے کہا:

"ہر نیا عیسائی ایک نیا رابطۂ اتحاد ہے جو ہندوستان اور ہمارے ملک کے درمیان وجود میں آتا ہے اور اس سے ہماری سلطنت کی طاقت میں اضافہ ہوتا ہے۔"

اغیار کی اس حکومت نے مشنری تنظیم کو فقط ایک "رابطۂ اتحاد" کے طور پر ہی استعمال نہیں کیا بلکہ اس کے ذریعے سے اسلام کے علمبرداروں کے مذہبی جذبات کو کچلا گیا، ان کے تہذیبی امتیازات کو ختم کیا گیا اور اس برّعظیم میں مسلمانوں کے قومی تشخص پر کاری ضرب لگانے کی کوشش کی گئی۔ تعلیم، سوشل سروس اور ریفارم کے بہانوں سے مسلمان نوجوانوں کے دل و دماغ میں ہر طرح کا زہر اتارا گیا۔ مسلمان مریض جو مشنری ہسپتالوں میں داخل ہوئے انہیں مسیحی لٹریچر پڑھایا گیا اور مسیحی عبادات میں شریک کیا گیا۔ مشنری سکولوں کو عرصۂ دراز تک تعلیم کے میدان میں اجارہ داری حاصل رہی اور تاثر پذیر مسلم بچوں کو اخراج کی دھمکیاں دے دے کر دعاؤں اور پرارتھنا میں شامل کیا گیا۔ افسوس ہے کہ پاکستان کے قیام کے بعد بھی اس طرح کی کارستانیاں کسی نہ کسی درجے میں اب تک جاری ہیں۔ مسلمانوں کو اسلام سے دور ہٹانے اور اس سے متنفر کرنے کی اس ڈیڑھ سو سالہ مہم کے اثرات اب تک ہمارے بعض اعلیٰ انتظامی دوائر میں نمایاں دکھائی دے رہے ہیں۔

عیسائیوں کے اندر جو واضح غیر ملکی وابستگیاں رونما ہوئی ہیں اور نشوونما پا رہی ہیں۔ انہیں ہندوستان میں محسوس کر لیا گیا ہے۔ چنانچہ وہاں اس امر کے لیے عملی اور قانونی تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں، جن کے ذریعے سے ان سرگرمیوں کو قابو میں رکھ کر ان پر قدغنیں عائد کی جا رہی ہیں اور عیسائی ہونے والوں کو دوبارہ شدھ کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔

پاکستانی عیسائیوں کے اندر جس طرح کے ولولے پرورش پا رہے ہیں ان کی ایک جھلک ذیل کے ایک اقتباس میں دیکھی جا سکتی ہے جو ایک پاکستانی عیسائی مسٹر انیتھونی ڈی سوزا کی شائع شدہ دستخطی تقریر سے لیا گیا ہے۔ ضمناً اس تقریر سے اس حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ اس تقریر کے وقت جو لوگ جمہوریۂ اسلامیہ پاکستان میں برسرِ اقتدار تھے وہ کس حد تک ہماری محبوب آئیڈیالوجی اور ہمارے اسلامی تصورِ ریاست کی پامالی کو انگیز کر رہے تھے بلکہ اس طرح کی مساعی کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے اور ہر اس شے کو ملیامیٹ کرنے میں مدد دے رہے تھے جو ایک مسلمان کی زندگی کو قابلِ زیست بنا سکتی ہے۔ اب اقتباس ملاحظہ ہو:

"آج مغربی پاکستان میں عیسائیوں کے پورے پورے گاؤں معرضِ وجود میں آ چکے ہیں اور ان سے ملک کی زندگی اور ہماہمی میں اضافہ ہو رہا ہے . . . اگر انہیں محو کرنے کی کوئی کوشش کی گئی تو بلاشبہ یہ ایک دردناک خسارہ اور بے عقلی کی بات ہوگی"

"اس ملک کے باشندوں کو صرف شہنشاہ پرتگال کی رعایا کی مانند جملہ اور مکمل فوائد ہی حاصل نہیں ہوں گے بلکہ وہ دینِ مسیحی کے روحانی منافع و برکات سے بھی متمتع ہوں گے۔

پاکستان نے عیسائی مشنری سرگرمیوں کا خیر مقدم کیا ہے اور اربابِ اقتدار نے ممنونیت کے ساتھ دستِ اعانت آگے بڑھایا ہے۔ عیسائی اقلیت صرف بڑے شہروں ہی میں فعال اور سرگرم کار نہیں ہے بلکہ ملک بھر کے دیہات میں، جن میں چھوٹے چھوٹے جھونپڑے اور ڈیرے بھی شامل ہیں، عیسائی مدرس، ڈاکٹر، نرسیں اور قانون دان موجود ہیں۔ ان آبادیوں کی اکثریت کا دارومدار ایسے فنڈز[1] پر ہے جو عیسائی فرقوں کے ساتھ ملحق ہیں اور جن کا کوئی

[1] یہ فنڈ بیرونی ممالک سے درآمد ہوتے ہیں اور ان کی مقدار کئی ملین ڈالر تک پہنچتی ہے۔

بوجھ قومی بجٹ پر نہیں پڑتا ۔ ۔ ۔ "۔

"یہ امر محتاجِ بیان نہیں ہے کہ بے شمار عیسائی لڑکیوں نے نرسنگ کا پیشہ اختیار کر لیا ہے۔ انسانی ارواح کو اپنے مذہب کے حق میں فتح کرنے کا ایک ذریعہ، جس کے بارے میں نوآباد کاروں کو انتہائی زور دار وعظ پادریوں کی جانب سے پلائے گئے، وہ دیگر اقوام سے شادی بیاہ کا رشتہ ہے۔ چنانچہ بعینہٖ خاطر خواہ نتائج برآمد ہوتے ہیں اور اب پاکستان میں ہماری ایک بڑی قوم وجود میں آچکی ہے۔ اصل معاملہ افراد کی تعداد کا نہیں ہے۔ ایک اقلیت کا مقام اسی وقت محفوظ ہو سکتا ہے جبکہ وہ آزادؔ اور با اختیار ہو، اور وہ یہ محسوس کر سکے کہ وہ پورے ملک کے لیے عملاً مفید ہے اور رہ سکتی ہے۔ اور اس امر کا یقینی دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں یہ مکمل اور بھرپور رابطہ معرضِ وجود میں آ رہا ہے۔ عیسائیت کا مستقبل پاکستان میں روشن ہے۔ یہاں کا مسیحی اپنے دوگونہ ورثے کا وارث بن کر آہستہ آہستہ ملی برادری کے اندر اپنا جائز اور طاقتور مقام حاصل کر رہا ہے۔ ایک نسل گزرنے کے بعد ظاہر ہے کہ یہ فرقہ اس سے بہت زیادہ خدمات سرانجام دے گا جتنی کہ وہ اس وقت دے رہا ہے"۔

اوپر کے اقتباسات اس اقلیت کے جارحانہ اور خطرناک دعاوی کی ایک بولتی ہوئی تصویر ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اجنبی روپے اور افراد کے بل بوتے پر کس طرح کی شر انگیز کارروائیوں میں منہمک ہے اور ہماری نوخیز مملکت کے نظریاتی اور تہذیبی تار و پود کو کس طرح بکھیرنے کے درپے ہے۔ اس گروہ کے جس ترجمان کی یہ تقریر ہے وہ ایک سرکاری ملازم ہے اور اُس نے چھپا کر بات کرنے کی کوشش نہیں کی ہے، بلکہ اپنے اس عزم کا برملا اظہار کیا ہے کہ قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود عیسائی ملک کی زندگی میں ایک طاقتور مقام لینے کا حق رکھتے ہیں اور ایک نسل کے گزرنے گزرتے یہ صورت رونما ہو جائے گی۔

؎ آزاد، گویا کہ اس معنی میں کہ وہ اکثریت کی دینی سالمیت کو مجروح کرنے کے لیے خارجی مدد لے سکے!

یہ ناممکن ہے کہ ایک ملّت جو زندہ رہنا چاہتی ہو، وہ اس طرح کی شیرینی آمیز اور ملمع شدہ مگر زہریلی گولیاں اپنے حلق سے نیچے اتارے اور خود اپنے ہاتھوں اپنی نظریاتی اور سیاسی موت کو دعوت دے۔ ایسے ملک دنیا میں موجود ہیں جنہوں نے پاکستان سے کہیں زیادہ بیرونی امداد حاصل کی ہے لیکن انہوں نے اپنے مسلکِ زندگی میں بیرونی حکومتوں کی مداخلت کو بڑی سختی اور اصرار کے ساتھ روکا ہے۔ ہندوستان، ٹرکی، بلکہ اس سے بھی چھوٹی چھوٹی ریاستوں مثلاً سوڈان اور مصر وغیرہ نے عیسائی مشنریوں کے خلاف ریاست دشمن ریشہ دوانیوں کی بنا پر مناسب اور ضروری اقدامات کیے ہیں۔ جہاں تک پاکستان کے مسلم عوام کا تعلق ہے اُن کی دینی حس ان ممالک کی بہ نسبت تیز تر ہے کیونکہ پاکستان کا وجود ہی اسلام کے نام پر عمل میں آیا ہے۔ ہمارے سامنے آزادی کے بعد جب چرچ اس بات کا فخریہ اظہار کرتا ہے کہ اُسے پاکستان میں "عظیم ترین کامیابی" حاصل ہوئی ہے تو یہ چیز ہمارے قلبی احساسات کو اتنا برانگیختہ اور مضطرب کر دیتی ہے جسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو مسلمان مسیحیت کی گود میں دھکیلے گئے ہیں انہیں دوبارہ دائرۂ اسلام میں داخل کرنا ہر سچے مسلمان کا ایک مقدس فریضہ ہے۔

جو غلطیاں اب تک ہو چکی ہیں ان کی اصلاح کے لیے اور مسیحی تبلیغ کی آڑ میں اپنے ملک و ملت کو بیرونی طاقتوں کی تاخت سے بچانے کی خاطر ذیل میں چند تجاویز حکومت پاکستان کی خدمت میں برائے غور و فکر پیش کی جارہی ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ جب صحیح واقعات کا پورا علم حکومت کو ہوگا تو وہ اپنا قیمتی وقت اور توجہ اس انتہائی اہم مسئلے پر صرف کرے گی اور ایسے اقدامات اختیار کرے گی جو اس ملک کو اس جانکاہ نقصان سے بچاسکیں گے جو مسیحی پرچار کے طفیل پہنچ رہا ہے اور جس کی نزاکت اور سنگینی کے مستقبل میں بڑھنے کا اندیشہ ہے۔ ہماری تجاویز مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اندرونِ ملک تبلیغی مقاصد کی خاطر کوئی بالواسطہ یا بلاواسطہ مالی مدد باہر سے نہ آنے پائے اور کسی بیرونی مشنری سوسائٹی کو ہماری اجتماعی ہیئت میں مداخلت کا موقع نہ دیا جائے۔

(۲) عام بیرونی امداد صرف حکومتی واسطے سے خرچ کی جائے۔ یہ حکومت ہی کی ذمہ داری ہے

اور ان کے پاس اس کے لیے وافر عملہ موجود ہے۔ اگر حکومت تقاوی قرضے، آلاتِ کشاورزی اور بیج تقسیم کرسکتی ہے اور کروڑوں روپے کی ویلج ایڈ اسکیمیں عمل میں لاسکتی ہے تو وہ مستحق افراد تک بیرونی عطیات بھی پہنچا سکتی ہے۔ اگر پرائیویٹ اداروں کا استعمال ناگزیر ہو تو صرف ملکی اور سو فیصدی اداروں مثلاً اسکولوں کے سٹاف وغیرہ سے مدد لی جائے۔

(۳) تعلیمی، طبی یا دوسری قسم کی سہولت و اعانت بہم پہنچاتے وقت کسی طرح کی براہِ راست یا بلاواسطہ ترغیب، تبلیغ یا تحریص کی اجازت نہ دی جائے۔

(۴) کسی ملکی یا غیر ملکی کو اس امر کی اجازت نہ ہو کہ وہ پاکستان کے بنیادی نظریہ پر حملہ آور ہو۔

(۵) جس پریس یا پبلشر کی طرف سے کوئی ایسا مواد شائع ہو جس میں اسلام یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سبّ وشتم ہو، اس کا لائسنس ضبط کر لیا جائے۔

(۶) گزشتہ دس سال میں موجودہ حکومت سے پہلے حکمرانوں یا عوام کی مجرمانہ غفلت کی بنا پر جو مسلمان عیسائی ہوئے ہیں انہیں دوبارہ مسلمان بنانے کے لیے فوری تدابیر عمل میں لائی جائیں۔

(۷) مسلمان عوام کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرانے کے لیے فوراً وسیع پیمانے پر اقدامات کیے جائیں، اور اس سلسلے میں سکولوں، کالجوں اور تعلیم بالغاں کے مراکز کو بھی واسطہ بنایا جائے۔

(۸) مساجد کو دینی تعلیم و تدریس کا مرکز بنایا جائے اور ائمہ کے مرتبہ و منزلت کو بلند کرکے ان کی خودداری اور وقار کو بحال کیا جائے، اور مساجد و ائمہ کو حکومت کی وساطت سے اسی طرح امداد دی جائے جس طرح ہندوستان میں چرچ اور اس سے متعلقہ مذہبی محکمے کو برطانوی عہد حکومت میں دی جاتی تھی۔ اس زمانے میں عام ٹیکس کے ذریعے سے بالواسطہ مدد بھی مشنریوں کو ملتی تھی اور براہِ راست اعانت بھی کی جاتی تھی۔

(۹) قابل اور اہلِ مصنفین سے اسلام کی تعلیم اور اس کی تاریخ اور نظریۂ پاکستان سے متعلق کافی مقدار میں لٹریچر تیار کرا کے حکومت کی طرف سے اسے پاکستان کی جملہ قومی اور علاقائی

زبانوں میں شائع کیا جاتا ہے۔ اسے یا تو بلاقیمت تقسیم کیا جاتا ہے یا ارزاں فروخت کیا جاتا ہے۔

(۱۰) تمام اجنبی مشنری تعلیم گاہیں اور ہسپتال فوراً حکومت کی تحویل میں لے لیے جائیں اور انہیں یا تو پاکستانی سٹاف کے ذریعے سے چلایا جاتا ہے یا پھر ان کے لیے اگر ضرورت ہو تو غیر ملکی ماہرین کی خدمات خود حکومت عارضی طور پر حاصل کرے۔

(۱۱) دیہاتی علاقوں میں آرٹ اور ثقافت کے نام پر جو بے حیائی اور بداخلاقی کا سیلاب آرہا ہے، اور جن فواحش کو رواج عام دیا جارہا ہے، ان کی طرف اولین توجہ کی جاتے۔ سرکاری حکام کو ہدایت دی جاتے کہ وہ ان نام نہاد کلچرل تقاریب اور ورائٹی شوز کی صدارت اور سرپرستی نہ کریں، جنہیں آج کل اباحیت پسند عناصر کثرت سے پھیلا رہے ہیں۔

(۱۲) اس قسم کے تمام سوقیانہ لٹریچر، غیر اخلاقی فلموں اور دیگر مخرب اخلاق مشاغل سے قوم کے نوجوانوں کو بچایا جائے جن کی ملک کے ہر بڑے شہر میں بہتات ہے اور جن کی وجہ سے مغربی ممالک میں جرائم پیشہ نوعمروں کی کثیر تعداد پیدا ہو چکی ہے۔

(۱۳) عیسائی مشنریوں کو اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے خلاف علانیہ بدزبانی سے قطعاً روک دیا جائے۔ انہیں نئے مراکز کھولنے کی اور اکثریت کے جذبات کو مجروح کرنے والی حرکات کی ہرگز اجازت نہ دی جائے۔

(۱۴) پاکستان میں سارے متداول عیسائی لٹریچر کا گہرا جائزہ لیا جائے اور اس میں جتنا مواد بھی اکثریت کے احساسات کو ٹھیس لگاتا ہے یا کسی دوسرے لحاظ سے منافی تہذیب و اخلاق ہے، اسے فوراً خلاف قانون قرار دیا جائے، اور آئندہ بھی جتنا عیسائی لٹریچر شائع ہو اس پر بھی اسی نقطۂ نظر سے کڑی نگاہ رکھی جائے۔

(۱۵) حکومت ملک میں مشنری سرگرمیوں کی پوری پوری نگرانی کرے اور جہاں ضروری سمجھے ان پر قدغن لگائے۔ مختلف مشنری تنظیمیں جتنے کارکن، فنڈ اور سازوسامان باہر سے درآمد کریں ان کا باقاعدہ ریکارڈ وقتاً فوقتاً شائع کیا جاتا ہے۔ اگر ملک کی نوخیز مادی صنعت و حرفت کو باہر کی ترقی یافتہ اور منظم صنعت کاری سے بچانے کے لیے حفاظتی حدبندیاں عائد کی جاسکتی ہیں تو جو قوم کہ سیاسی زبردستی اور تہذیبی غلامی کے بعد حال ہی میں آزاد ہوئی ہے، اس کی روحانی اور ایمانی طاقت اس امر کی زیادہ محتاج ہے کہ اس کی بھی محافظت کی جائے۔